امیری، غریبی اور ذات پات

ذات پات کے مسائل کو حل کیے بغیر نہ تو کمزور طبقات کا بھلا ہوگا اور نہ ہی بھارت کی معاشی ترقی ہو پائے گی



ابھے کمار

ولادت سے وفات تک ذات پات پر مبنی نظام اور رسومات ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ الیکشن میں امیدواروں کے انتخاب سے لے کر دولہا اور دلہن کی پسند، اکثر ذات برادری کے لحاظ سے طے ہوتی ہے۔ اسی طرح ذات پات کا رشتہ امیری غریبی سے ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ۱۴؍جون کے روز انگریزی کے مشہور اخبار 'بزنس اسٹینڈرڈ' نے 'ورلڈ ایکوالٹی لیب' کے اعداد وشمار کی بنیاد پر ایک اہم خبر شائع کی۔ اس خبر نے انکشاف کیا کہ بھارت میں ۸۸ رفیصد کے قریب ارب پتیوں کا تعلق مٹھی بھر اعلیٰ ذاتوں سے ہے۔ یاد رہے کہ بھارت میں ذات پر مبنی آخری مردم شماری ۱۹۳۱ء میں ہوئی تھی۔ آزادی کے بعد اس سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ لبرل اسکالرز نے دلیل دی کہ جدید بھارت میں ذات پات پر مبنی پالیسی کی کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیے۔ وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کے دور اقتدار کے زیادہ تر دانشوروں کی یہ ناقص سوچ تھی کہ ذات پات پر بات کرنے سے یہ بیماری مزید پھیل جائے گی۔ یہ ان کی بہت بڑی خام خیالی تھی کہ اقتصادی ترقی کی زد میں آکر ذات پات کا نظام ایک دن ٹوٹ جائے گا۔ مگر ایسا نہیں ہوا، کیونکہ ذات پات کی جڑیں ہزاروں سال پرانی ہیں اور یہ ہمارے سماج میں استحصال کے نظام کو تحفظ فراہم کرتی ہیں۔ تعداد میں اعلیٰ ذات کے ارکان بھلے ہی اقلیت میں ہوں، مگر وہ 'کاسٹ نیٹورک' کا فائدہ اٹھا کر اپنے ذاتی مفادات کو بڑی آسانی سے پورا کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مال و دولت پر بھی ان ہی کا قبضہ ہے۔

یہ سمجھا جاتا ہے کہ اعلیٰ ذاتوں کی مجموعی آبادی ۱۵ سے ۲۰؍ فیصد کے قریب ہے۔ مگر اپنی آبادی کے تناسب سے وہ ۶؍مرتبہ زیادہ ارب پتی بنے ہوئے ہیں۔ وہیں دوسری طرف، ۱۶؍فیصد آبادی والی درج فہرست ذاتیں (ایس سی) کے ارب پتیوں کا شیئر ۳؍فیصد سے بھی کم ہے۔ پسماندہ ذاتوں (او بی سی) کے حالات بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں ہیں۔ جہاں ان کی آبادی ۵۰؍فیصد سے زیادہ بتلائی جاتی ہے، وہیں ان کے سماج سے تعلق رکھنے والے ارب پتیوں کی شرح محض ۹ رفیصد ہے۔ جبکہ ۸ رفیصد سے زیادہ آبادی والے درج فہرست قبائل (ایس ٹی) سے تعلق رکھنے والا ایک بھی ارب پتی نہیں پایا گیا ہے۔ یہ سب بتلاتا ہے کہ آدی واسی سماج کی حالت بھارت میں دیگر طبقات کے مقابلے بہت ہی خراب ہے۔ ہمارے پاس مذہبی اقلیتوں سے متعلق اعداد وشمار موجود نہیں ہیں۔ مگر گزشتہ کئی سالوں کے اعداد وشمار پر نظر ڈالنے پر یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ اعلیٰ ذاتوں کے ارب پتیوں کی شرح سال در سال بڑھتی ہی جارہی ہے۔ گزشتہ ایک دہائی میں ان کی حصہ داری ۱۰؍فیصد مزید بڑھ گئی ہے، وہیں او بی سی ارب پتیوں کی شرح ۹ رفیصد کم ہوگئی ہے۔ یہ اعداد وشمار یہ بھی بیان کر رہے ہیں کہ پسماندہ طبقات کی وسائل پر حصہ داری کم ہو رہی ہے، جبکہ اعلیٰ ذاتوں کا معاشی دبدبہ مزید بڑھ گیا ہے۔ ماضی میں بھی اس طرح کے مطالعے سامنے آئے ہیں، جن میں ذات پات کا تعلق صنعت اور تجارت سے دکھایا گیا ہے۔ 'اکنامک اینڈ پولیٹیکل ویکلی' کے ۱۱؍اگست ۲۰۱۲ء کے شمارے میں ڈی اجیت، ہان ڈونکر اور روی سکسینہ کا ایک تحقیقی مضمون شائع ہوا تھا، جس میں مصنفین نے دکھایا کہ ہندوستانی کارپوریٹ بورڈز پر اعلیٰ ذاتوں کے لوگوں کا ہی قبضہ ہے۔ اس مضمون میں بتایا گیا کہ کارپوریٹ بورڈ کے ۹۳ رفیصد ممبران اعلیٰ ذاتوں، جیسے برہمن اور ویش، سے تعلق رکھتے تھے۔ وہیں ۸۰ رفیصد کی آبادی والے دلت، آدی واسی اور او بی سی سماج کی حصہ داری صرف ۷ رفیصد ہی ہے۔

"اگر کوئی شخص اعلیٰ ذات میں پیدا ہوا ہے، تو اس بات کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں کہ وہ معاشی طور پر بھی مضبوط ہوگا۔ اس کے برعکس، اگر کسی فرد نے محکوم طبقات اور اقلیت مسلمان کے گھروں میں جنم لیا ہے، تو اس بات کا خدشہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ فرد غربت کا شکار بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر زمینداروں کا تعلق اعلیٰ ذاتوں سے ہے، جبکہ ۷۰ رفیصد کے قریب دلتوں کے پاس زمین نہیں ہے اور وہ کھیت اور دیگر مقامات پر مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

مذکورہ حقائق اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اعلیٰ ذات میں پیدا ہوا ہے، تو اس بات کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں کہ وہ معاشی طور پر بھی مضبوط ہوگا۔ اس کے برعکس، اگر کسی فرد نے محکوم طبقات اور اقلیت مسلمان کے گھروں میں جنم لیا ہے، تو اس بات کا خدشہ بڑھ جاتا ہے کہ وہ فرد غربت کا شکار بنے گا۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر زمینداروں کا تعلق اعلیٰ ذاتوں سے ہے، جبکہ ۷۰ رفیصد کے قریب دلتوں کے پاس زمین نہیں ہے اور وہ کھیت اور دیگر مقامات پر مزدوری کر کے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہ سب کچھ بتلاتا ہے کہ بھارت میں ذات برادری کا سیدھا رشتہ طبقاتی نظام سے ہے۔ یعنی 'کلاس' اور 'کاسٹ' میں گہرا رشتہ ہے۔ مگر اس کھلی حقیقت پر بات کرنے کے لیے ہمارا میڈیا اور ہمارے زیادہ تر دانشور حضرات تیار نہیں ہیں۔ اعلیٰ ذات کی لابی ہمیشہ یہ کوشش کرتی ہے کہ ذات پات پر مبنی غیر برابری پر پردہ پڑا رہے۔ ذات پات کے استحصال کی جگہ وہ ہندو اور مسلمان کے مصنوعی جھگڑوں کو ہوا دینے میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں۔ مگر ذات پات کو فرقہ وارانہ رنگ دینے میں ہندو احیاء پرستوں کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ حال کے برسوں میں بی جے پی کے سینئر لیڈر اور قومی ایس سی ایس ٹی کمیشن کے سابق صدر وجے کمار شاستری نے اس موضوع پر کئی ساری کتابیں تحریر کی ہیں اور اپنے قلم سے آر ایس ایس کے نظریہ کی ترجمانی کی ہے۔ ان کی فرقہ وارانہ دلیل یہ ہے کہ دلتوں کی سماجی حیثیت مسلم 'حملہ آوروں' کی آمد سے قبل، اعلیٰ ذات کی تھی۔ جیسے ہی غیر ملکی مسلم حملہ آور بھارت کے حکمراں بن گئے، ویسے ہی انہوں نے کشتریوں کو جبراً اسلام قبول کرنے کو کہا، جسے وہ ماننے کو تیار نہیں تھے۔ شاستری کے مطابق، کشتریوں کے وقار کو پامال کرنے کی منشا سے عرب اور بیرون ملکوں سے آئے مسلم حکمرانوں نے مردہ گائے کی کھال نکالنے جیسے 'مکروہ' کام کرنے کو انہیں مجبور کیا۔ اس طرح شاستری نے دلتوں اور مسلمانوں کے درمیان غلط فہمی پیدا کرنے کی مذموم کوشش کی ہے اور کہا ہے کہ مسلم حملہ آوروں نے چھوت چھات اور اچھوت ذات کو جنم دیا۔ مگر تاریخی حقیقت بھگوا پروپیگنڈے سے بالکل ہی جدا ہے۔

آٹھویں صدی کی شروعات میں جب محمد بن قاسم سندھ کا گورنر بنا، اس سے پہلے بھارت میں چھوت چھات اور ذات پات کا نظام پایا جاتا تھا۔ بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر کی تحریروں کو پڑھنے سے بھگوا جماعت کی پول کھل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر امبیڈکر نے اپنے مشہور پرچہ 'اینائیلیشن آف دی کاسٹس' میں یہ بات صاف طور پر کہی ہے کہ ہندو سماج کے اندر سماجی اصلاح کی راہ میں بڑی مشکلات وہ مذہبی کتابیں ہیں، جو ذات پات کے نظام کو درست قرار دیتی ہیں۔ اچھوتوں کے بارے میں ڈاکٹر امبیڈکر نے کہا ہے کہ اچھوت دلت ایک طبقہ کے طور پر چوتھی صدی میں سامنے آئے، جب بودھ مت کو برہمنی مت کے ذریعہ شکست سے دوچار ہونا پڑا اور برہمنوں نے سبزی خوری کو فروغ دینا شروع کیا، جس کے تحت گائے کا گوشت کھانا ممنوع قرار دے دیا گیا۔ گھومنتو قبیلہ کے لوگ جو غریب تھے اور ان کے لیے گائے کا گوشت ترک کرنا آسان نہیں تھا۔ ان کی زندگی میں گائے کا بڑا اہم مقام تھا کیونکہ وہ نہ صرف گائے کے گوشت سے اپنا پیٹ بھرتے تھے بلکہ اس کی جلد اور مردہ گائے کی دیگر اشیا ان کی زندگی میں کافی مفید بھی تھیں۔ بعد میں برہمنوں نے گائے کا گوشت کھانے والے قبیلوں کے ساتھ اچھوت کے طور پر سلوک کرنا شروع کر دیا۔ امبیڈکر کی علمی تحقیق آر ایس ایس کے پرچارکوں کی تھوتھی دلیلوں کو خارج کر دیتی ہے۔ ان سب باتوں پر غور وفکر کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ ذات پات کے مسائل کو حل کیے بغیر نہ تو کمزور طبقات کا بھلا ہوگا اور نہ ہی بھارت کی معاشی ترقی ہو پائے گی۔

(مضمون نگار جے این یو سے جدید تاریخ میں پی ایچ ڈی ہیں)

debatingissues@gmail.com